ایک اعلیٰ حکمران کی کیا اچھی تعریف کی ہے، وہ کہتا ہے:

قلدوا امرکم للہ درکم
رحب الذراع بامر الحرب مضطلعا
لامترفا ان رخاء العیش ساعده
ولا اذا عض مکروه به خشعا
مازال یحلب رالدهر اشطره
یکون متبعا یوما ومتبعا
حتی ستم علی شرز مویرته
مستحکم الرای لا قحما ولا ضرعا

ترجمہ: اللہ ہی کو تمہاری خوبیاں سزاوار ہیں ایسے شخص کو اپنا حاکم بناؤ جو سخی اور جنگجو ہو، اگر وہ خوش حال ہو تو مغرور نہ ہو اور اگر تنگدستی نے اسے آگھیرا ہو اور وہ اس سے گھرا نہ جاتا ہو وہ زمانے کے رنگ کے مطابق کام کرتا ہو۔ کبھی وہ خود دوسرے کی اتباع کرلے اور کبھی لوگ اس کی اتباع کریں اور جب وہ کسی مشکل کام کے کرنے کا ارادہ کرلے تو وہ ایسی مضبوط رائے کا آدمی ہو کہ نہ اس کے لئے وہ سخت ثابت ہو اور نہ کمزور۔

محمد بن یزداد نے جو ماموں کا وزیر تھا یہ شعر ماموں کے لئے کہے تھے:

من کان حارس دنیا انه قمن
ان لا ینام وکل الناس قوام
کیف ترقا عینا من تضیفه
همان من امره حل و ابرام

جو دنیا کا نگہبان ہو اسے سزاوار ہے کہ خود نہ سوئے، چاہے تمام عالم سوتا ہو اور بھلا ایسے شخص کو کیونکر نیند آسکتی ہے جس کا دماغ ہر وقت انتظام سلطنت کی ادھیڑ میں لگا رہتا ہے۔

خلیفہ کی اطاعت نصرت

جب امام نے مذکورۂ بالا حقوق امت کی بجا آوری کی تو اس نے اللہ کے اس حق کو جو اس پر اس کے بندوں کی صیانت و انتظام کے متعلق عاید تھا پورا کردیا تو اب امت پر یہ واجب ہے کہ جب تک خلیفہ کی حالت میں تغیر نہ ہو وہ اس کی اطاعت و نصرت کرے۔

اگر ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی خلیفہ میں پیدا ہوجائے تو وہ امامت سے خارج ہوجائے گا، پہلی بات اس کے اخلاق و عدالت کی خرابی، دوسری بدن میں کسی نقص کا پیدا ہوجانا، عدالت میں خرابی پیدا ہونے کی معنی یہ ہیں کہ وہ فاسق ہوجائے۔ ایک شق یہ ہے کہ اس نے خواہش نفسانی کی اتباع کی دوسری وہ باتیں جو مشتبہ ہیں پہلی بات افعال جوارح سے متعلق ہے کہ وہ ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب کرے اور شہوت نفسانی سے مغلوب ہوکر اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے بری باتیں کر گزرے یہ ایسا فسق ہے جسکی وجہ سے کوئی شخص نہ امام بن سکتا ہے اور نہ امام رہ سکتا ہے جب کسی امام پر یہ حالت طاری ہوجائے گی وہ امامت سے خارج ہوجائے گا چاہے وہ پھر اپنے اخلاق درست کرکے عادل بن جائے اور تاوقتیکہ اس کے لئے تجدید بیعت نہ کی جائے۔ وہ امام نہیں ہوسکتا، مگر بعض متکلمین کہتے ہیں کہ جب وہ عادل ہوجائے گا تو بغیر اس کے کہ اس کے لئے کوئی جدید عہد لیا جائے وہ خودبخود امام ہوجائے گا۔ کیونکہ اس کی ولایت بیعت وسیع ہوتی ہے اور تجدید بیعت میں دشواری لاحق ہوتی ہے۔ دوسری بات امام کے ایسے اعتقاد سے متعلق ہے جو اس نے کسی شبہ کی بنا پر تاویل کرکے اختیار کرلیا ہو اور اب اس کے عقائد صحیح کے بلکل خلاف تاویل کی جاسکے تو فقہا کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ایسی صورت میں وہ نہ امام بن سکتا ہے اور نہ رہ سکتا ہے اگر کسی امام کے عقائد میں ایسی خرابی پیدا ہوجائے تو وہ امامت سے خارج ہوجائے گا، کیونکہ اب یہ ضروری ہوا کہ کفر کا حکم چاہے وہ تاویل سے ہو یا بغیر تاویل کے حالت فسق کے برابر سمجھا جائے گا، مگر اکثر علمائے بصرہ کا یہ خیال ہے کہ ایسی صورت اسی طرح نہ انعقاد امامت کی مانع ہے اور نہ اس بنا پر کوئی شخص امامت سے خارج ہوگا جس طرح کہ یہ بات ولایت قضاء اور شہادت سے نہیں روکتی۔ ☆

بیاضِ واحدی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے بارے میں جو جنبی ہو؟ مسجد کے مٹکے یا گول کے اندر ہاتھ ڈال کر وضو کے لئے پانی نکالے تو اس پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: بظاہر ضرورت کے تحت ایسا کرنا جائز ہے، جیسا کہ بحوالہ ''التبیین'' فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جب (ظاہری پلیتی سے) پاک جنبی یا حائضہ پانی نکالنے کے لئے ہاتھ گول وغیرہ میں ڈالے تو ضرورتاً وہ پانی ''ماء مستعمل'' کے حکم میں نہیں ہوگا۔ واضح ہو کہ یہ حکم اس وقت ہے جب برتن کا پانی اتنا کم ہو کہ استعمال شدہ پانی کے برابر ہو۔ اگر زیادہ ہو تو بچے ہوئے پانی میں استعمال شدہ پانی ملانے سے بھی وہ ''ماء مستعمل'' کے حکم میں نہ ہوگا، اگرچہ ضرورت بھی درپیش نہ ہو۔ جیسا کہ ''بحر'' میں ہے کہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق پاکی حاصل کرنے کے لئے استعمال شدہ پانی خالص پانی میں مل جائے تو حکم اسی کے مطابق دیا جائے گا جو مقدار میں زیادہ ہو۔ اگر خالص پانی زیادہ ہے تو اس میں وضو جائز ہے، کم ہے تو جائز نہیں۔ مصنف مزید لکھتے ہیں کہ جس قول کے مطابق ماء مستعمل پاک ہے،اس کے مطابق جب استعمال شدہ پانی پاک پانی میں مل جائے تو اسے اسی صورت میں پاک کرنے کی وصف یا صلاحیت سے خارج کرے گا، جب پاک پانی سے زیادہ یا اس کے برابر ہو، کم ہو تو پاک کرنے والا ہے اور اس کے ساتھ وضو بالکل جائز ہے اور اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ باہر کا ''ماء مستعمل'' غیر مستعمل خالص پانی میں لاکر ڈالا جائے یا پاکی حاصل کرنے والا شخص اس میں آکر غوطہ لگائے یا ہاتھ ڈالے۔ (حررہ فقیر عبدالواحد سیوستانی)

سوال: بعض عورتیں کنگن اور چوڑیاں وغیرہ اتنی تنگ پہنتی ہیں کہ وضو کے وقت اس جگہ پانی بمشکل پہنچ پاتا ہے۔ اور خواتین یہ زحمت نہیں کرتیں، بالخصوص سردی کے موسم میں تکلیف کی سختی کی وجہ سے نماز تک چھوڑ دیتی ہیں۔ نیز بوقت ضرورت تیمم کے دوران بھی وہاں مٹی نہیں پہنچتی۔ اس صورت میں ان کے وضو اور تیمم کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: ظاہر ہے کہ خواتین کو اتنے تنگ کنگن نہیں پہننے چاہئیں، جس کی وجہ سے وضو اور تیمم میں رکاوٹ ہو۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے زیورات ہیں، اگر کوئی عورت ایسی کسی صورتحال سے دوچار ہے تو اچھی طرح ہلاکر ان کے نیچے پانی پہنچائے، جیسا کہ علمائے کرام نے تنگ انگوٹھی کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔ سردیوں کے موسم میں کنگن یا انگوٹھی کے نیچے گرم پانی احتیاط سے پہنچایا جائے۔ تکلیف اور تنگی کی حالت میں اگرچہ شرعی صورت موجود ہے، مگر یہ تنگی خواتین کی خودکردہ ہے، جسے شرعی حرج اور شرعی عذر نہیں کہا جاسکتا کہ اس قدر تنگ زیورات پہنے جائیں۔ رہا تیمم کا مسئلہ تو کتب فقہ کی ظاہری روایت کے مطابق کنگن کو اتارنا یا ہلانا چاہئے تاکہ کہنی تک مسح کی جاسکے۔ درمختار میں ہے کہ (تیمم میں) منہ اور ہاتھوں پر مکمل طریقہ سے ہاتھ پھیرے جائیں۔ پس انگوٹھی یا کنگن پہنا ہوا ہو تو اتارا یا ہلایا جائے، اسی قول پر فتویٰ ہے۔ ایک روایت کے مطابق تیمم میں اعضاء کے اکثر حصوں کا مسح تمام اعضاء کے مسح کے قائم مقام ہے۔ بحر میں ہے کہ امام حسن شیبانی امام ابوحنیفہ سے یہی روایت بیان کرتے ہیں۔ رہا عمومی تکلیف یا مسح ہونے کی وجہ سے اس کا حکم تو وہ پورے عضو پر ضروری نہیں، جیسا کہ مسح سر کا حکم ہے۔ نیز یہ روایت

بھی درست ہے کہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ (اعضاء کے) اکثر حصوں کا مسح کافی ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے(جواہر الاخلاطی) اس روایت سے ان خواتین کے لئے بڑی رخصت ثابت ہوتی ہے جو تنگ کنگن پہننے پر مجبور ہیں۔ یہ اصول بھی مسلّم ہے کہ عمومی تکلیف کی وجہ سے مسئلہ میں رعایت اور تخفیف ہوتی ہے(بحر) اگر عمومی تکلیف کو مدنظر رکھاجائے اور کنگن کے ٹوٹنے کا خطرہ ہو تو خواتین (امام صاحب کی) اس روایت پر عمل کریں، جس میں گنجائش موجود ہے، بالخصوص جبکہ اسے "زیادہ صحیح" قرار دے کر اس کی تائید مزید کی گئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: غیر مسلم بالشت برابر مسواک رکھتے ہیں، اس سے بڑا نہیں رکھتے۔ ان کی مخالفت میں مسلمان بالشت سے بڑا مسواک رکھیں تو بغیر کراہت کے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ظاہر ہے کہ مسواک کا طول بالشت کے اعتبار سے بطریق سنتِ مستحبہ ثابت ہے۔ بحر میں ہے کہ مستحب ہے کہ مسواک نرم، بغیر گانٹھ کے، سختی میں شہادت کی انگلی کی طرح اور لمبائی میں بالشت برابر ہو۔ درمختار میں ہے کہ مسواک بالشت سے بڑی نہ ہو، نہیں تو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ قہستانی میں بحوالہ محیط ہے کہ مسواک کڑوے درخت کا سخت اور بالشت کے برابر ہو۔ یہ بھی واضح ہے کہ مسلمان ایک درخت کا اور کفار دوسرے درخت کا مسواک استعمال کرتے ہیں، جس سے فریقین میں مخالفت قائم رہتی ہے۔ بنا بریں مسواک کی مقدار کے معاملے میں کفار سے مشابہت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ جو شخص سنتِ نبوی پر عمل کرے، اس کے بارے میں گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مخالفینِ دین سے مشابہت کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ کشف الحق میں ہے کہ مشابہت کے خدشہ کی وجہ سے سنتِ ثابتہ ترک نہیں کی جائے گی، بالخصوص جو سنت معمول بہ بھی ہو۔ اس لئے اس استحبابی سنت کو ذمیوں کی مشابہت کی بنا پر ترک نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ یہ مسئلہ حل طلب ہے کہ کیا موجودہ زمانے میں مسواک اتنی لمبی ہو جتنی سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھی؟ جیسا کہ جھنڈے کے مسئلہ میں علماء فرماتے ہیں کہ اس کا کپڑا (زمانہ ماضی کے) چار انگشت ہو۔ قنیہ میں ہے کہ عمامہ اس طرز کا ہو کہ ریشم سے بنایا جائے اور کپڑا چار انگشت ہو حضرت عمرؓ کی انگلیوں کے برابر۔ اس مقدار میں موجودہ زمانے کے لوگوں کے لئے بالشت کی مقدار کے معاملہ میں رخصت ثابت ہوتی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے مسواک کی اس مقدار کے بارے میں بحث یا اعتراض کیا ہو۔ ایسی بحث موجود ہو تو سلف کی بالشت مراد لی جائے گی۔ اگر مجبوراً کوئی مسواک لمبی استعمال کرے تو بحوالہ قنیہ جھنڈے کی طوالت کے مسئلہ کے حوالے سے بڑی رخصت ثابت ہوتی ہے، جس طرح بعض فقراء اور صوفیاء کا عمل ہے۔ اس اعتبار سے جو سلفِ صالحین مثلاً سیدنا عمرؓ کے زمانے کے مطابق طویل مسواک رکھنا چاہیں تو تقریباً دوڈھائی بالشت کے برابر رکھ سکتے ہیں۔(حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: ایک شخص نے زخم پر درخت کا پتہ باندھا اور یکے بعد دیگرے بطور پلستر اسے ہٹاتا رہا۔ کیا اس صورت میں اس پر مسح کا اعادہ واجب ہے؟

جواب: ظاہر ہے کہ اس پر دوبارہ مسح واجب نہیں، جیسا کہ اس پٹی یا پلستر کا حکم ہے جو زخم درست ہوئے بغیر اتر جائے یا گر پڑے۔ بحر میں ہے کہ اگر پٹی زخم کے درست ہوئے بغیر گرجائے تو مسح باطل نہیں ہوگی۔ پس پلستر تبدیل کرے تو مسح کا اعادہ واجب نہیں ہوتا، البتہ دوبارہ مسح کرنا مستحب ہے۔ (البحر) خلاصہ، عالمگیری، ذخیرہ، جواہر الاخلاطی اور درمختار میں بھی اسی طرح ہے۔ خزانۃ المفتین کا مصنف مزید لکھتا ہے کہ اعادہ نہ کرے تو بھی جائز ہے، کیونکہ پہلی مسح عضوے کو دھونے کے درجے میں ہے، اس وجہ سے اس کا وقت محدود اور مقرر نہیں ہوتا۔ یہ ایسا ہی ہے گویا کوئی سر کا مسح کرنے کے بعد سر منڈائے۔ متانہ میں ہے کہ مسح کے بعد پٹی اتارے پھر دوبارہ باندھے تو مستحب ہے کہ مسح کا اعادہ کرے، مسح دوبارہ نہ کرے

تو بھی جائز ہے۔ پٹی گر جائے اور اس کی بجائے دوسری باندھے تو مستحسن و مستحب یہ ہے کہ دوبارہ مسح کرے، نہ کرے تو بھی جائز ہے۔ (حررہ فقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: کیا عرق اجوان خراسانی اور ہمارے زمانہ کے (نشہ آور) بہت سے مشہور مشروبات سے کپڑے وغیرہ ناپاک ہوجاتے ہیں؟ شراب کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ان سے کپڑا وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا۔

جواب: ظاہر ہے کہ ایسی چیزوں کے بارے میں امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے کہ ان سے کپڑا ناپاک ہوجاتا ہے۔ (درمختار) ان (نشہ آور) مشروبات کو جو شہد اور انجیر وغیرہ سے تیار ہوتے ہیں، ان میں (نشہ کی قوت) کم ہو یا زیادہ، امام محمدؒ حرام قرار دیتے ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی کو شرح الوہبانیہ میں اختیار کیا گیا ہے۔ مذکورہ کتاب کے مصنف مزید لکھتے ہیں کہ تمام علماء سے اسی طرح مروی و منقول ہے۔نیز لکھتے ہیں کہ ''طلاق بزازیہ'' میں ہے کہ امام محمد فرماتے ہیں کہ نشہ کم پیدا کرے یا زیادہ، ایسی ہر چیز حرام اور ناپاک ہے۔ چنانچہ آپ جانتے ہیں کہ چرس اور بھنگ سمیت ہر نشہ آور چیز اسی حکم میں داخل ہے۔پس معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں ایسی اشیا؟ نجس اور ناپاک ہیں۔ہاں! شراب کے علاوہ دیگر اشیاء کی نجاست کی نوعیت کے بارے میں اختلاف ضرور ہے، مگر ترجیح اس بات کو ہے کہ اس کی نجاست، نجاست غلیظہ ہے۔ جیسا کہ بحر میں ہے کہ حرام مشروبات کی تین صورتیں ہوتی ہیں: اولاً جن کی نجاست، نجاستِ غلیظہ ہوتی ہے۔ ثانیاً جن کی نجاست ہلکی ہوتی ہے۔ ثالثاً جو پاک ہوتے ہیں۔ یہ تفصیلات البدائع میں بیان کی گئی ہیں۔ بیان کردہ پہلی صورت میں اس کی علت کی وجہ سے مذکورہ بالا نشہ آور مشروبات کو نجاستِ غلیظہ میں شمار کیا جائے گا جیسا کہ واضح ہے۔ اس اصول کی اساس پر شراب اور غیر شراب کا فرق غیر ضروری ہے۔ ''حاوی'' کی شرح ''الزواجر'' میں ہے کہ چرس اور بھنگ ناپاک ہے، بشرطیکہ نشہ کرے۔ لمعات میں ہے کہ جن جڑی بوٹیوں کے بارے میں حکماء وعلماء کا اتفاق ہو کہ ان میں نشہ ہے تو وہ حرام ہیں۔ ابن شحنہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ تمام مائع چیزیں جو نشہ کریں ان میں نجاست ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ'' الزواجر'' کے حوالے سے گزر چکا اور اس کی تائید امام محمد کے قول سے بھی ہوتی ہے جو فرماتے ہیں کہ جو چیز نشہ کرے، قطع نظر اس امر سے کہ کم نشہ کرے یا زیادہ، وہ حرام ہے جیسا کہ بحوالہ درمختار یہ قول بھی اوپر بیان کیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: داڑھی پر مسح کیا جائے یا اسے دھویا جائے؟ اس بارے میں کس روایت میں عمل ہے؟ بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: جسے بھی فقہ میں دست رس حاصل ہوگی اس سے مخفی نہیں ہوگا کہ داڑھی پر مسح یا دھونے کے بارے میں آٹھ روایات ہیں جن میں سے ایک روایت قابل ترجیح ہے اور وہی معمول بہ ہے، دیگر سات روایات میں سے ہر ایک کو مشائخ میں سے کسی نہ کسی نے صحیح قرار دیا ہے لیکن ان پر عمل نہیں۔ کیونکہ علماء ومشائخ نے ان سے رجوع کیا ہے وہ اقوال یہ ہیں: (۱) داڑھی کے چوتھے حصے پر مسح کرنا چاہیئے اس قول کو، کافی، کنز اور ملتقی نے اختیار کیا ہے۔ (۲) جو حصہ کھال سے متصل ہے اس پر مسح کرنا چاہیئے۔ اسے قاضی خان نے اختیار کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔ مجمع کے مصنف نے اس کا تتبع کیا ہے۔ خزانۃ المفتین میں ہے کہ یہ قول صحیح اور مذکورہ دونوں اقوال کے بالمقابل زیادہ مشہور ہے، جیسا کہ شارحین ذکر کرتے ہیں مگر جواہر الاخلاطی میں ہے کہ یہ بات کسی سے مروی نہیں کہ داڑھی کے نچلے حصے پر مسح کیا جائے۔(۳) پوری داڑھی کا مسح کرنا چاہیئے۔ جواہر الاخلاطی میں ہے کہ یہی قول بہترین ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ تحفۃ الفقہ میں ہے کہ یہ قول زیادہ صحیح ہے اور اسی میں احتیاط ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۴) داڑھی کے تیسرے حصے کا مسح کیا جائے اسے امام زیلعی نے ذکر کیا ہے جیسا کہ تحفۃ الفقہ میں ہے۔(۵، ۶) داڑھی کے تیسرے اور

چوتھے حصے کو دھویا جائے یہ دونوں اقوال کتب اصول سے نہیں لیے گئے جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں وضاحت ہے۔ (۷) بالکل مسح نہ کیا جائے جیسا کہ اصول الفقہ میں ہے، مصنف کہتے ہیں کہ ہمارے ظاہری اصول کے مطابق یہی قول صحیح ہے۔ (۸) پوری داڑھی دھوئی جائے، اسی پر عمل ہے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ پوری داڑھی دھونا فرض ہے۔ درمختار میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔علماء نے دیگر اقوال چھوڑ کر اس قول کی طرف رجوع کیا ہے۔ بحر میں ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ دھونا واجب ہے،جیسا کہ السراج الوہاج میں وضاحت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ بدائع میں ہے کہ اس کے علاوہ جتنی روایات ہیں سب سے رجوع ثابت ہے(الایضاح) فاضل مصنف مزید لکھتے ہیں کہ داڑھی دھونا واجب ہے اور کھال سے متصل حصہ بالوں میں ہونے کی وجہ سے منہ کے حکم سے خارج ہے اور اس کا ظاہری حصہ منہ کا ظاہری حصہ ہے کہ وہی سامنے واقع ہے۔

اگر آپ سوال کریں کہ داڑھی دھونے کا مطلب وہ پورا حصہ دھونا ہے جو کھال سے ملا ہوا اور جو ملا ہوا نہیں ہے یا صرف وہ حصہ دھونا ہے جو کھال سے متصل ہے؟ میں کہتا ہوں کہ صرف وہی حصہ دھونا مراد ہے جو صرف کھال سے متصل ہے۔

اگرچہ لفظ ''داڑھی'' میں (چہرے کے) تمام بال شامل ہیں جو کھال سے متصل ہوں یا نہ ہوں۔ اس کی تائید شرح منیۃ المصلی کی عبارت سے بھی ہوتی ہے، جس میں ہے کہ اس مسئلہ کی زیادہ ظاہر روایت کے مطابق داڑھی کا صرف وہ حصہ دھویا جائے جو کھال سے ملا ہوا ہے، محیط وبدائع نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ ''معراج الدرایہ'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نچلے حصے کا دھونا ساقط یا ترک کردیا جائے تو بھی اس کی طرف دھونے کی فرضیت منتقل ہوگی، جس طرح مونچھوں اور بھنوؤں کا معاملہ ہے کہ غسل کی فرضیت میں وہ بھی شامل ہیں۔ اس کی تائید دو اسباب سے ہے: اولاً نچلا حصہ دھونے کو مصنف البدائع نے فرض اور مختار مذہب قرار دیا ہے اور بحوالہ بحر و الیضاح گزر چکا کہ داڑھی دھونا مختار مذہب ہے اس کے مقابلے میں جو اقوال ہیں ان سے رجوع ثابت ہے۔ پس اگر اس سے مراد اس حصے کا دھونا نہ ہو جو بالوں سے متصل ہے تو مصنف کے کلام میں اختلاف اور تضاد ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر مکمل داڑھی کا دھونا مراد لیا جائے جیسا کہ ان روایات میں ہے، جن سے رجوع کیا گیا ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے مصنف بدائع متروک ومسترد قول کو کس طرح اختیار کرسکتے ہیں جب کہ وہ خود تصدیق کرتے ہیں کہ ان روایات سے مراجعت ثابت ہے۔ دوسرا سبب اس کی علت ہے۔ دراصل داڑھی کا دھونا اس وجہ سے فرض قرار دیا گیا کہ اس کا کھال کا نچلا حصہ تو پہلے ہے دھونا فرض ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ بال کھال کو چھپاتے ہیں جو اوپر ہوتے ہیں نہ کہ سب بال پس غوروفکر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ (حررہ فقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: بعض عجمی علاقوں میں معمول ہے کہ وہاں جو جڑی بوٹیاں اور پودے پیدا ہوتے ہیں، مثلاً پیپلو کا درخت وغیرہ ان سے تیل یا عرق کشید کرتے ہیں۔ یہ خود رو بوٹیاں انسانی فضلات کے ڈھیروں پر پیدا ہوتی ہیں۔ بارش کے بعد انسانی گندگی کا اثر، بدبو وغیرہ ختم ہوجاتی ہے اور لوگ ان کو جمع کرتے ہیں اور روغن نکالتے ہیں جسے کپڑے رنگنے میں استعمال کرتے ہیں۔ کیا یہ روغن ناپاک ہے یا نہیں؟

جواب: بظاہر جیسا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسے بیج اپنی سختی کی وجہ سے رطوبت اور تری میں نہیں اگتے تو دھونے کے بعد خواہ پانی میں دھوئے جائیں یا بارش کے پانی میں خود دھل جائیں، وہ پاک ہیں، ان کا روغن بھی پاک ہے، جیسا کہ بحوالہ کبیری مثانہ کے مصنف نے نقل کیا ہے کہ گندم کے دانے اونٹ کی مینگنیوں سے نکال کر دھوکر کھائے یا بیچے جائیں تو حرج نہیں۔ اگر گائے بیل کا گوبر ہو تو اس سے نکال کر استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ گوبر مرطوب ہوتا ہے، جس میں اجناس گل کر پھٹ

کر استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ گوبر مرطوب ہوتا ہے، جس میں اجناس گل کر پھٹ جاتی ہیں جبکہ مینگنی میں ان کا وجود اصل حالت میں باقی رہتا ہے۔ قاضی خان فرماتے ہیں کہ(اس مسئلہ میں) صحیح یہ ہے کہ بیج یا اناج کے پھٹنے یا نہ پھٹنے کا لحاظ کیا جائے، اونٹ کی مینگنی اور بیل گائے کے گوبر میں فرق نہ کیا جائے۔ پس صحیح یہ ہے کہ جو اناج اور بیج چھلکے کی سختی کی بنا پر نہیں پھٹتے، گائے کے پتلے گوبر کے اندر ہوں یا اونٹ کی مینگنی میں ہوں، وہ پاک ہیں۔ انسانی غلاظت بھی طبائع کے اختلاف کی بنا پر گوبر یا مینگنی کے مطابق ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں بیان کردہ بیج چھلکے کی سختی و صلابت کی بنا پر ان اجناس یا بیج کی مانند نہیں ہوتے جو گوبر وغیرہ میں ہوتے ہیں، لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ ان بیجوں کے اندر انسانی غلاظت کی رطوبت اور تری داخل نہیں ہوتی۔ پس ان سے نکالا گیا تیل جو کھالوں کو رنگنے میں استعمال کیا جاتا ہے، پاک ہے لہٰذا تنگی اور حرج کا معاملہ دور ہوگیا، واللہ اعلم (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: نمازی نے سلام پھیر کر ناک میں ہاتھ ڈالا تو اسے خون آلودہ پایا۔ اب معلوم نہیں کہ یہ خون دوران نماز نکلا یا سلام کے وقت یا اس کے بعد؟ شرعی اعتبار سے یہ خون کس وقت سے شمار کیا جائے گا اور ایسے شخص کی نماز کے بارے میں حکم کیا ہے؟ بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: ظاہر ہے کہ صرف انگلی پر خون دیکھنا (وضو یا نماز) کو توڑنے کا باعث نہیں جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے کہ نمازی نے اپنی انگلی ناک میں ڈالی تو اس پر خون کا اثر پایا۔ یا ناک صاف کی تو اس سے ورس کے پتہ کی مانند خون کا ٹکڑا نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ بہتا ہوا خون دیکھے تو اشباہ کے مطابق اس کا تقاضا ہے کہ اس کی نسبت قریبی وقت کی طرف کی جائے گی، جس کی بنا پر ایسی نماز کے اعادہ کا حکم نہیں، کیونکہ اس صورت میں قریب تر وقت سلام کے بعد کا وقت ہے، جس میں سلام سے پہلے وضو باقی اور برقرار رہتا ہے۔ بزازیہ کی عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ(نَ سے) روئی کا پھاہا نکلے جس پر (خون کی) تری نظر آئے تو ناپاکی کے احتمال کی وجہ سے پڑھی گئی نماز نہیں لوٹائی جائے گی۔ اشباہ میں ہے کہ جسے طہارت کا یقین اور ناپاکی کا احتمال ہو تو اس کی طہارت ختم نہ ہوگی۔ رہا معاملہ احتیاط کا تو یہ الگ بات ہے۔ متانہ میں ہے کہ جب باوضو آدمی کے دل میں خلجان پیدا ہو کہ ناپاکی ظہور پزیر ہوئی ہے اور یہی غالب گمان بھی ہے تو افضل ہے کہ دوبارہ وضو کرے۔ اگر پہلے وضو سے نماز پڑھے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔(حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: جسم سے جدا ہونے کے بعد خونِ شہید سے بدبو آئے تو پاک ہوگا یا ناپاک؟ بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: ظاہر ہے کہ خونِ شہید جب تک جسم پر ہے، پاک ہے۔نہ یہ کہ اس کے جسم سے جدا ہو تو بھی پاک ہو۔ درمختار میں ہے کہ تمام حیوانات کا بہتا ہوا خون ناپاک ہے، سوائے خونِ شہید کے جب تک جسم پر لگا رہے۔ بحر اور ظہیریہ میں بھی اسی طرح ہے۔ان تصریحات کا تقاضا ہے کہ جسم سے جدا ہونے کے بعد خونِ شہید کپڑے وغیرہ پر لگے تو وہ ناپاک ہوجائے گا اور اسے دھونا چاہیے(اس کے جسم پر ہوتے ہوئے لگا ہے یا بعد میں؟ یہ) تحقیق اور یقین نہ ہو تو وضو واجب نہیں، واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: لید یا گوبر کی آگ پر پانی گرم کرکے وضو کیا جاتا ہے۔کیا اس نوع کی نجاستوں کا اس طرح استعمال مکروہ ہے؟

جواب: ظاہر ہے کہ ان نجاستوں کا اس طرح استعمال مکروہ نہیں، کیونکہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ گوبر، کھاد حرمین شریفین کا ایندھن ہے، جیسا کہ عنایہ میں ہے۔ بحر میں ہے کہ لید بیچنا، اس سے فائدہ لینا اور بطور ایندھن استعمال کرنا جائز ہے۔ اس حکم کو وہ قول رد نہیں کرسکتا جو عالمگیری میں ان الفاظ میں ہے کہ: ''تنور لید یا گوبر کی آگ سے گرم کرکے روٹی پکانا مکروہ ہے۔'' کیونکہ یہ کراہیت براہِ راست روٹی پکانے کی بنا پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی روٹی میں جلے ہوئے گوبر کی بدبو رہ جاتی

ہے، لیکن برتن میں پانی ڈال کر اسے گرم کرنے سے بدبو نہیں آتی۔ واللہ اعلم (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: پھلوں، پھولوں پر اڑنے والے پتنگے جن کو سندھی میں ''مہلہ'' کہتے ہیں، مر جاتے ہیں اور لوگوں کے کپڑوں پر ان کی رطوبت لگ جاتی ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: ظاہر ہے کہ اس قسم کے حشرات الارض یا پتنگوں کی رطوبت میں بہتا خون نہیں ہوتا، اس لئے نجس اور ناپاک نہیں۔ کیونکہ ناپاک وہ خون ہوتا ہے جو بہے۔ پس کھٹمل، مکھی، بھڑ، بچھو جیسے حشرات الارض جن میں خون نہیں ان کی رطوبت ناپاک نہیں۔ کیونکہ جسم یا کپڑے کو ناپاک کرنے والی اصل چیز بہتا خون ہے جو مرتے وقت لگ جائے۔ صاحب بحر لکھتے ہیں کہ یہ اصول ذہن نشین کرلیا جائے کہ جو چیز پانی کو نجس اور ناپاک نہ کرے، دیگر اشیاء کو بھی ناپاک نہیں کرے گی اور یہی زیادہ صحیح قول ہے۔ حموی میں ہے کہ جس زندہ چیز میں خون نہ ہو، اس سے جو کچھ نکلے پاک ہے۔ بحوالہ الوہبانیہ درمختار میں ہے کہ ریشم کا کیڑا اس کا پانی، اس کا پیشاب پاخانہ اور رطوبت ان کیڑوں کی طرح پاک ہے جو نجاستوں سے جنم لیتے ہیں۔ واضح ہو کہ نجاستوں، غلاظتوں اور کثافتوں سے پیدا ہونے والے کیڑے ناپاک اس وجہ سے نہیں کہ ان میں خون نہیں ہوتا۔ پس اڑنے والے پتنگے بطریق احسن پاک ہیں کیونکہ ان میں خون نہیں ہوتا۔ اسی اصول کی بنا پر خزانۃ المفتین میں فتوٰی ہے کہ شہد کی مکھی اور پھل فروٹ کے کیڑوں سے شہد اور فروٹ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ ان میں خون نہیں ہوتا، واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: امام ابوحنیفہ کے نزدیک جسم کی تمام رطوبات کی مانند شرمگاہ کی رطوبت بھی پاک ہے۔ امام ابویوسف و محمد اس کے برعکس موقف رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایسی رطوبت نجاست میں شمار ہوتی ہے (درمختار باب الانجاس) جس قول میں اسے نجس نہیں کہا جاتا، اس کے مطابق اس کے خارج ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا (متن المتنویر) جبکہ اسے نجس تسلیم کیا جائے تو پیشاب کی جگہ سے نجاست نکلنے کی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس بارے آپ اپنی آراء سے مستفید فرمائیں۔

جواب: بظاہر یہ رطوبت پاک ہے جیسا کہ تنویر وغیرہ میں ہے اور یہ روایت صحیح ہے۔ مگر رطوبت سے مراد وہ تری ہے جو شرمگاہ کے اندر ہوتی ہے۔ پس جو چیز باہر نکلے وہ اس کی تعریف میں نہیں آتی، بلکہ وہ پیشاب کے حکم میں ہوگی جو وضو کو توڑ دیتا ہے، جیسا کہ صاحب بحر وضاحت کرتے ہیں کہ جو بھی مادہ سبیلین سے باہر نکلے وہ ناقض وضو ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ غیر سبیلین سے اندرونی مادہ زور سے نکلے گا تو ناقض وضو ہوگا ورنہ نہیں۔ یہاں یہ اعتراض سودمند نہیں ہوسکتا کہ آخر اس فقہی اختلاف کا جواز ہی کیا ہے؟ کیونکہ امام ابوحنیفہ کے قول کا مقصد یہ ہے کہ صورت محولہ بالا میں اس جگہ کا دھونا فرض نہیں ہوسکتا جہاں رطوبت لگی ہوئی ہو۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کا دھونا واجب ہے۔ بہتر بات اللہ رب العزت ہی جانتا ہے۔ (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: کیا گوبر کا غبار ناپاک ہے؟ بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: ظاہر ہے کہ ناپاک نہیں جیسا کہ اشباہ میں ہے کہ گوبر کا غبار عمومی حرج اور تنگی کی بنا پر ناپاک نہیں۔ جواہر الاخلاطی میں ہے کہ خشک گوبر کا غبار یا ناپاک مٹی کپڑے میں داخل ہوجائے اور اس کا اثر دکھنے میں نہ آئے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: گوبر کا دھواں ناپاک ہے یا نہیں بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: ظاہر ہے کہ صحیح قول کے مطابق ناپاک نہیں ہے جیسا کہ بحر میں ہے کہ ناپاک اشیاء کا دھواں جب کپڑے یا جسم میں پہنچے تو مسئلہ اختلافی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ناپاک نہیں، واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: گدھی کے دودھ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ پاک ہے جیسا کہ شرح منیۃ المصلی اور القنیہ میں ہے۔ ظاہر روایت میں جو حکم ہو، بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: ظاہر ہے کہ اس کا دودھ پاک ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ گدھی کا دودھ پاک ہے۔ بحر میں ہے کہ گدھی کے دودھ کو ہدایہ میں پاک قرار دیا گیا ہے مگر پیا نہیں جائے گا اور اسی قول کو منیۃ المصلی میں صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اس سے وہ شبہ ختم ہوجاتا ہے جو النہایہ میں وارد ہے کہ اس قول کو کسی نے ترجیح نہیں دی۔ عالمگیری میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ گدھی کا دودھ پاک ہے جیسا کہ التبیین اور منیۃ المصلی میں ہے اور یہ قول زیادہ صحیح ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے، البتہ اس کا دودھ پیا نہیں جائے گا جیسا کہ خلاصہ اور سراجیہ میں ہے۔ بحر میں ہے کہ جب فتویٰ اختلافی ہو تو ظاہری روایت کو ترجیح ہوتی ہے۔ پس اگر ایسا قول موجود ہو جس میں اسے ناپاک کہا گیا ہو تو بھی مسئلہ اختلافی ہونے کی بنا پر ترجیح ظاہری روایت کو دی جائے گی کہ پاک ہے اور دونوں اقوال کو برابر قرار نہیں دیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: جامع الرموز وغیرہ میں ہے کہ پانی کے علاوہ دیگر مائع یعنی بہتی اشیاء کو پاک کرنے کے لئے ویسی ہی چیز اس میں ڈال دی جائے۔ یہ روایت قابل اعتبار اور فقہی کتاب سے ماخوذ ہے یا نہیں؟

جواب: مخدوم رحمۃ اللہ اور محمد حافظ جیسے علمائے ٹھٹہ اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس کے برعکس عمل کرتے ہیں ہم ان کے تتبع کو صحیح سمجھتے ہیں۔ (مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی") واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: پتھر سے استنجا کرنے والا شخص طاق پتھر لے۔ "استجمار" چھوٹی پتھریوں سے استنجا کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ قول صحیح اور مشہور ہے جو مشہور علماء، محدثین اور فقہاء نے بیان کیا ہے۔ (شرح مسلم للنووی) اس سے مٹی کے ڈھیلے سے استنجا کرنا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: ظاہر ہے کہ اس سے ڈھیلے سے استنجا کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ روایت اس شخص کے خلاف دلیل ہے جو کہتا ہے کہ ڈھیلہ سے استنجا کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں، واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: معذور آدمی کا وضو اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک نماز کا وقت باقی ہو، اگرچہ بیماری اور عذر ظاہری طرح بھی موجود ہو اور جس نماز کے لئے وضو کیا گیا ہو اس کا وقت نکل گیا ہو تاہم ابھی دوسری نماز کا وقت نہ ہوا ہو۔ یہ نماز کے بارے میں حکم ہے۔ قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کے بارے میں، مثلاً طلوع آفتاب کے بعد تک فجر کے وضو سے قرآن مجید کھول کر تلاوت کرنا، اس کے لئے بھی یہ حکم ہے یا نہیں؟ مہمل اوقات یعنی غیرنماز اوقات میں وضو کرکے قرآن مجید کھول کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: خزانۃ المفتین کے مطابق معذور استحاضہ کی مانند ہے۔ (عورت کو حیض کی طرح بیماری کی بنا پر جو خون آئے اسے استحاضہ کہتے ہیں۔ مترجم) جس آدمی کو بہتے ہوئے زخم، پیشاب کے قطرات، یا نہ ختم ہونے والی نکسیر کی بیماری لاحق ہو وہ استحاضہ کے حکم میں ہے۔ قرآن مجید کی دیکھ کر تلاوت کرنا از روئے حدیث افضل ترین عبادت ہے۔ (ابن قانع) حافظ کے سواء تلاوتِ قرآن مجید کھولے بغیر آسان نہیں، پس قرآن مجید کو ہاتھ لگانا دراصل تلاوت کا ایک ذریعہ ہے اور یہ قاعدہ کلیہ مسلّم ہے کہ وسائل وذرائع کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جو مقاصد واغراض کا ہوتا ہے۔ اسی اصول کی بنا پر خزانۃ المفتین میں ہے کہ جسے استحاضہ کی بیماری ہو وہ عبادات کی ادائیگی میں ان عورتوں کے حکم میں ہے جو (حیض سے) پاک ہیں، مگر اسے ہر نماز کے لئے الگ وضو کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے جائز ہے کہ اس ایک وضو سے جتنے فرائض و نوافل چاہے اس وقت میں ادا کرے۔ پس اس کا تقاضا ہے کہ معذور اس وضو سے مصحف مجید کو ہاتھ لگا سکتا ہے جو نماز کے لئے بنایا گیا ہو۔ اس مسئلہ کا بیان گزر چکا کہ معذور مستحاضہ کی مانند ہے یعنی اس

عورت کی طرح جسے خون کا مرض ہو، پس قرآن مجید کھول کر پڑھ سکتا ہے، کیونکہ طاہر کے حکم میں ہے، جب تک وقت موجود ہو۔ مذہب کے مطابق معذور کا وضو دوسری نماز کا وقت آنے پر ختم ہوجاتا ہے۔ بنا بریں فجر کے وضو سے طلوع آفتاب کے بعد بھی قرآن مجید کھول کر تلاوت کرسکتا ہے، تاآنکہ ظہر کا وقت آجائے۔ واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

فائدہ: ایک شخص کو یقین ہے کہ پانی ناپاک ہے جبکہ دوسرے کو یقین ہے کہ پاک ہے تو جسے ناپاک ہونے کا تیقن ہے اگر وہ اس سے وضو کر کے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ کیونکہ ایک انسان کا یہ تیقن کہ پانی پاک ہے دوسرے کے اس تیقن کو باطل نہیں کرسکتا کہ پانی ناپاک ہے۔ اسی اصول کی بنا پر خزانۃ المفتین کے مصنف لکھتے ہیں کہ جسے یقین ہو کہ اس نے نماز میں کم رکعتیں پڑھی ہیں اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے کیوں کہ اس کے غیر کا یہ یقین کہ اس نے پوری نماز پڑھی ہے اس کے لئے کارآمد نہیں ہوسکتا۔ اسی اصول کی بنا پر مسئلہ ہے کہ اگر امام کو تیقن ہو کہ اس نے چار کی بجائے تین رکعتیں پڑھائی ہیں تو اس پر واجب ہے کہ ان مقتدیوں کو دوبارہ نماز پڑھائے، جن کو یقین ہے کہ کم رکعات پڑھی گئیں ہیں، مگر جنہیں یقین ہے کہ پوری نماز پڑھی گئی ہے، وہ نماز نہیں لوٹائیں گے۔ یہ اصول واضح کرتا ہے کہ متنازعہ صورتحال میں جب یہ سوال پیدا ہوجائے کہ نماز فاسد ہوئی ہے یا نہیں؟ تو ہر شخص اور ہر فریق اپنے اپنے یقین کے مطابق عمل کرے گا۔ علی ہذا القیاس جس شخص کو تیقن ہو کہ پانی ناپاک ہے، بایں ہمہ اس سے وضو کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز فاسد و باطل ہوگی۔ اس کے غیر کا اس کے بالکل برعکس یقین کہ پانی پاک ہے، اسے فائدہ نہیں دے سکتا، واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اللہ ان پر رحم کرے، اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے چار ہاتھ اور چار پیر ہیں۔ وہ وضو اور تیمم کی ابتدا کہاں سے کرے؟ جن ہاتھوں اور پاؤں میں قوت نہیں کیا وہ بھی دھوئے جائیں گے؟ بیان کریں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: جو ہاتھ پاؤں صحیح ہیں، ان کا دھونا فرض ہے اور جو اضافی ہیں ان کا دھونا مستحب ہے، بشرطیکہ اضافی ہاتھ پاؤں اس جگہ واقع نہ ہوں جس کا دھونا فرض ہے۔ فرض اور مستحب کے بارے میں پاؤں کا وہی حکم ہے جو ہاتھ کا حکم ہے۔ بحر میں ہے کہ اگر کسی کے ہاتھ اس کے کندھے پر پیدا ہوں تو اس صورت میں انہی ہاتھوں کا دھونا فرض ہوگا جو اصلی ہیں۔ جو اضافی ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ مفروضہ جگہ میں ہوں تو ان کا دھونا بھی واجب ہے، دور ہوں تو ان کا دھونا مستحب ہے۔ اضافی پاؤں کا بھی وہی حکم ہے جو اضافی ہاتھوں کا ہے جیسا کہ المجتبیٰ میں اس کی وضاحت ہے۔ فرائض الاسلام میں ہے کہ ''چھبیسواں (فرض یہ ہے کہ) اضافی انگلیاں اور اضافی ہاتھ پاؤں دھونے ہیں جبکہ جسم کے اس حصے میں موجود ہوں جس کا وضو میں دھونا فرض ہے۔ درمختار میں ہے کہ اگر اضافی پاؤں اور ہاتھوں میں اتنی قوت ہو کہ ان سے کسی چیز کو پکڑ سکے تو دونوں کو دھویا جائے گا۔ کسی ایک سے پکڑ تا ہے تو اسی کو اصل قرار دیا جائے گا اور اسی کو دھویا جائے گا۔ اسی طرح اضافی اعضاء اس جگہ میں ہوں، جس کا دھونا فرض ہے تو اسے بھی دھونا فرض ہوگا۔ جیسا کہ اضافی انگلیوں اور اضافی ہتھیلی کا حکم ہے اور اگر اس جگہ سے دور ہوں تو دھونا مستحب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اصلی ہاتھ اور اضافی ہاتھ دونوں میں پکڑنے کی صلاحیت موجود ہو تو دونوں کا دھونا فرض ہے۔ بصورت دیگر صرف اسی کو دھویا جائے گا جس میں سکت اور استطاعت ہو، بشرطیکہ اضافی ہاتھ ان حدود کے اندر واقع ہوں جن کا دھونا فرض ہے۔ نیز تیمم وضو کے حکم میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (حررہ الفقیر عبدالواحد السیوستانی)

سوال: ایک شخص کی پاس وضو جتنا پانی ہے۔ اگر مرتد کو نہیں دیتا تو مارے پیاس کی شدت کے مرجاتا ہے۔ کیا اس حالت